OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

امام ترمذی کی اصطلاح ''حسن غریب''کا تحقیقی جائزہ

A research review of Imam Tirmidhi's term "Hasan Gharib"

Dr. Asghar Ali Khan
Assistant Prof. Institute of Islamic studies, Mirpur University of Science and Technology (MUST) Mirpur AJ&K-10250.
Email: asghar.iis@must.edu.pk

Naveed Ahmad
Ph.D Scholar, Department of Hadith, Islamia University of Bahawalpur.
Email: na.bashaar@gmail.com

Received on: 03-10-2024 Accepted on: 05-11-2024

Abstract

Scholars have differed in the definition of "Hasan Gharib" tradition in the principles of hadith, many scholars have given different definitions of it. Imam Tirmidhi also has a different definition of hasan. Scholars have disagreed with Imam Tirmidhi in clarifying the correct meaning of this term. It is actually the result of his theoretical evaluation of the term Imam Sahib. The real situation is that Imam Tirmidhi has used this term in several meanings. This can be known to the researcher who has first carefully examined the original definition of Imam Tirmidhi, and later studied Jami Tirmidhi in such a way that Imam Tirmidhi has applied this term to which traditions. The researcher will understand the correct meaning of Imam Sahib.

Keywords: Hasan Term, Imam Tirmidhi, Critical Analysis

امام ترمذی کا ائمہ حدیث کی صف میں بلند مقام و مرتبہ ہے،آپ کی کتاب جامع ترمذی کتب حدیث میں نمایاں مقام رکھتی ہے،امام ترمذی کا شمار ائمہ متقدمین میں ہوتا ہے،علوم حدیث پر بھی آپ خاصی دسترس رکھتے تھے۔ کئی ایک اصطلاحات کی بنیاد آپ نے رکھی، مجتہد مطلق کا درجہ رکھتے تھے،امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری کے شاگرد خاص تھے۔امام بخاری کے کئی ایک علمی شاہ پارے ہیں، جن کا واحد مصدر و مرجع جامع ترمذی اور العلل الکبیر للترمذی ہے۔آپ نے اپنی کتاب میں کئی ایک اصطلاحات کو ذکر کیا ہے۔ بعض اصطلاحات ایسی بھی ہیں جن کی مراد واضح کرنے کی علمائے کرام نے کوشش کی ہے،اس میں مزید تحقیق و تنقید کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔ایسی ہی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ''حسن غریب'' ہے۔آپ سے پہلے بھی کچھ علمائے کرام نے اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے، مگر امام ترمذی کی نسبت سے اس کی زیادہ شہرت ہے،اس اصطلاح کا عقدہ حل کرنا آج تک محققین اور باحثین کی تحقیق و بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔ علمائے کرام نے اپنے اجتہاد اور فہم کے مطابق اس اصطلاح کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے،امام صاحب کی اصطلاح میں پیدا ہونے والے اشکالات و اعتراضات کے

جوابات دیے ہیں، بعض نے خود اعتراضات بھی کیے ہیں۔ان توضیحات میں لازمی طور پر اہل علم کی آرا مختلف ہو گئی ہیں، ذیل میں ہم انہی میں سے اہم جوابات کا تذکرہ اور تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کریں اور راجح قول کی نشاندہی کریں گے:

امام ترمذی کی اصطلاح ''حسن غریب'' کے بارے میں اہل علم کی آرا اور اُن کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

امام ترمذی نے جو حسن اور غریب کی تعریف کی ہے، اس کے مطابق کئی ایک علمائے کرام نے اس پر اعتراضات کیے ہیں۔اعتراض کا سبب ہے کہ امام ترمذی کے مطابق حسن روایت وہ ہے جو دوسرے کسی طریق سے بھی مروی ہو اور غریب وہ ہوتی ہے جو کسی ایک طریق سے مروی ہو تو معنی و مفہوم اور مراد کے اعتبار سے دو متناقض اصطلاحات کو ایک ہی حدیث میں کیسے جمع کیا جا سکتا ہے؟ سب سے پہلے اس اعتراض کو ابن دقیق العید نے کیا ہے، ان کا کہنا ہے:

''وهذا يشكل عليه ما يقال فيه أنه حسن مع أنه ليس له مخرج إلا من وجه واحد''[1]

ترجمہ: ایک ہی طریق سے مروی (غریب) روایت کو جو امام صاحب ''حسن'' کہتے ہیں، وہ قابل اعتراض بات ہے۔

علامہ ابن جماعہ نے ''المنهل الروی فی مختصر علوم النبوی'' میں یہی اعتراض کیا ہے۔[2]

فخر اسلام حافظ ذہبی اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''وهذا مشكل أيضا على ما يقول فيه: (حسن، غريب، لا نعرفه إلا من هذا الوجه)''[3]

ترجمہ: اسی طرح امام ترمذی کا ''حسن غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ'' میں اشکال پایا جاتا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن کثیر[4] اور حافظ ابن ملقن[5] نے بھی اس اصطلاح پر اعتراض کیا ہے۔

علمائے کرام کے جوابات

علمائے کرام نے ان اعتراضات کے درج ذیل جوابات دیے ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ''حسن غریب'' کے بارے میں اٹھائے جانے والے اشکالات کو بایں الفاظ حل کیا ہے:

''وقد أنكر بعض الناس على الترمذي هذه القسمة....فالترمذي إذا قال: حسن غريب قد يعني به أنه غريب من ذلك الطريق؛ ولكن المتن له شواهد صار بها من جملة الحسن.''[6]

ترجمہ: بعض لوگوں نے اس تقسیم (حسن غریب) کے حوالے سے امام ترمذی پر اعتراض کیا ہے۔(حالانکہ یہ بات کوئی اشکال والی نہیں ، کیونکہ) امام ترمذی جب کسی حدیث کو ''حسن غریب'' کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس طریق سے یہ روایت غریب ہے لیکن اس کا متن شواہد کی بنا پر حسن درجہ کا ہے۔

حافظ ابن رجب ان اشکال کا جواب یوں دیتے ہیں:

''وعلى هذا فلا يشكل قوله: "حديث حسن غريب"... لا نعرفه إلا من هذا الوجه، لأن مراده أن هذا اللفظ لا يعرف

إلا من هذا الوجه، لكن لمعناه شواهد من غير هذا الوجه، وإن كانت شواهد بغير لفظه.''[7]

ترجمہ: امام ترمذی کا ''حسن غریب'' اصطلاح کے بعد کہنا کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی ایک طریق سے جانتے ہیں تو اس میں کوئی اشکال والی بات نہیں، کیونکہ '' **لا نعرفه إلا من هذا الوجه**'' سے ان کی مراد یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صرف اسی طریق سے مروی ہے، لیکن اس معنی کے شواہد دوسرے طریق سے مروی ہیں، اگرچہ وہ شواہد ان الفاظ کے ساتھ مروی نہیں ہیں۔ (اس لیے روایت کو حسن کہا ہے)

علامہ ابن سید الناس کی مفصل تحقیق کا خلاصہ

علامہ ابن سید الناس نے ان اشکالات واعتراضات کا جو جواب دیا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل نکات میں پیش خدمت ہے:

1 علامہ ابن سید الناس نے امام ترمذی کی اصطلاح پر اٹھائے جانے والے اشکالات واعتراضات جواب دینے کے لیے غریب روایت کو پانچ قسموں میں منقسم کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امام ترمذی نے حسن کے ساتھ جو غریب کی اصطلاح کو ملحق کیا ہے، اس میں امام صاحب کی صحیح مراد کو جاننے کے لیے پہلے غریب روایت کی معرفت ضروری ہے، غریب کی درج ذیل اقسام ہیں:

(ا) وہ روایت جو سند اور متن دونوں لحاظ سے غریب ہو۔ اس سے مراد وہ روایت ہے، جس کی سند اور متن کو بیان کرنے میں راوی منفرد ہو اور اس کا کوئی شاہد بھی نہ ہو۔

(ب) متن کے اعتبار سے روایت غریب ہو، سند کے لحاظ سے نہیں۔ اب اس قسم پر ابن سید الناس نے کوئی مثال ذکر نہیں، اس لیے حافظ سخاوی نے کہا ہے کہ ابن سید الناس نے عقلی طور پر اس قسم کو بیان کر دیا ہے، حالانکہ فی الواقع اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔

(ج) سند کے لحاظ سے روایت غریب ہو، نہ کہ متن کے اعتبار سے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ صحابی سے روایت کرنے میں راوی منفرد ہو اور حدیث کے یہی الفاظ دوسرے صحابہ کرام سے مشہور ومعروف ہوں تو اس بنیاد پر سند غریب ہو گی اور متن مشہور ہو گا۔

(د) بعض سند کے لحاظ سے روایت غریب ہو۔ اس سے ان کی مراد سند میں کسی راوی کی طرف سے ایک راوی کا اضافہ کرنا ہے۔

(ح) بعض متن کے اعتبار سے روایت غریب ہو۔ اس سے مراد ان کی مراد کسی ایک راوی کی طرف سے روایت میں اضافہ نقل کرنا ہے۔

2 ان پانچ قسموں کو ذکر کرنے کے بعد ابن سید الناس کہتے ہیں کہ جب روایت سند کے لحاظ سے غریب ہو اور متن کے اعتبار سے روایت مشہور ہو، نیز اس کا راوی حسن درجہ سے کم نہ ہو تو اس وقت ''حسن'' کے ساتھ ''غریب'' کی اصطلاح ملحق ہو سکتی ہے۔ لیکن یہاں غریب کے ساتھ امام ترمذی کی تحسین کو قبول کرنے کا سبب ذکر نہیں کیا۔ اشکال سے معنی سے البتہ واضح ہوتا ہے کہ جو روایت سنداً غریب ہے، متن کے لحاظ سے نہیں، یعنی اس کا معنی دوسرے طرق سے مروی ہو تو یہی شرط امام ترمذی نے حسن کے لیے لگائی ہے تو لہٰذا غریب کے ساتھ حسن کا جمع کرنا درست ہو گیا۔

3 بعد ازاں! جس روایت کا بعض متن غریب ہو، اس بارے میں ابن سید الناس نے وضاحت کی ہے کہ وہ حسن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس کی غرابت کا تعلق متن کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جب روایت متن کے اعتبار سے غریب ہو گی تو وہ اس شرط پر پوری نہیں اترتی کہ جو امام ترمذی نے حسن کے لیے بیان فرمائی ہے کہ وہ روایت دوسرے طریق سے ثابت ہو۔ البتہ یہاں ابن سید الناس نے اس بات کی وضات نہیں کی کہ جو روایت بعض السند کے اعتبار سے غریب ہو، اس کو کیوں حسن کے ساتھ قبول نہیں کیا جائے تو اس کا سبب اصل میں واضح ہے، کیونکہ دوسرے طریق سے مروی ہو جانے سے وہ روایت غریب نہیں رہتی۔

4 ماحصل کے طور پر ابن سید الناس نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جب امام ترمذی نے حسن کے ساتھ غریب کو جمع کیا ہے تو اس سے مراد وہ غریب روایت ہے جو حسن کو قبول کرے تو امام ترمذی ان دو اصطلاحات کو یکجا کر دینے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ امام ترمذی پر یہ اعتراض اس وقت کیا جا سکتا تھا، جب ترمذی میں کوئی ایسی غریب روایت موجود ہوتی۔

ابن سید الناس کی اس توضیح پر ایک اعتراض وارد ہو سکتا تھا کہ جو انہوں نے کہا ہے کہ امام ترمذی نے صرف اس غریب کے ساتھ حسن کو ملحق کیا ہے جو غریب حسن کو قبول کرے۔ حالانکہ جامع ترمذی کی روایت ''**حدثنا محمد بن إسماعيل قال: حدثنا مالك بن إسماعيل، عن إسرائيل، عن يوسف بن أبي بردة، عن أبيه، عن عائشة قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا خرج من الخلاء، قال: «غفرانك»**'' نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''**هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث إسرائيل** ''

اب اس حدیث کو امام ترمذی صاحب نے غریب بھی کہا ہے اور اس کے ساتھ حسن کا وصف بھی لگایا ہے، اب یہاں غریب کی وہ قسم نہیں ہے، جس کے ساتھ حسن کے ملحق ہونے کو ابن سید الناس نے درست کہا تھا۔

ابن سید الناس کی طرف سے اس کا جو جواب دیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی ہر حسن کے بارے میں یہ شرط نہیں لگاتے کہ وہ دوسرے طریق سے بھی مروی ہو۔ بلکہ یہ شرط اس حسن روایت کے بارے میں لگاتے ہیں جس کا راوی مستور درجے کا ہو اور اس کی عدالت ثابت نہ ہو اور یہاں یہ روایت حسن لذاتہ ہے، اس کو قابل حجت ہونے کے لیے دوسرے طریق کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب سید الناس کی تحقیق کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام ترمذی کے نزدیک حسن کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

(ا) وہ حسن روایت جو شواہد اور متابعات کی محتاج ہو، تاکہ اس کے ضعف کا نقصان پورا ہو سکے۔

(ب) دوسری قسم وہ حسن ہے جس کو قابل حجت ہونے کے لیے کسی شاہد یا متابعت کی ضرورت نہ ہو۔

اس کے قریب قریب جواب علامہ بدر الدین زرکشی[8] اور علامہ شرف الدین طیبی[9] نے بھی دیا ہے۔

حافظ ابو الفضل عراقی نے ابن سید الناس کی اس تحقیق کو ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی نقد نہیں کیا، جو کہ ان کے ابن سید الناس سے اتفاق کرنے کی طرف واضح اشارہ ہے۔[10]

تنقیدی جائزہ

علامہ ابن سید الناس کی تحقیق کا تنقیدی جائزہ درج ذیل ہے:

(ا) غریب کی تقسیم جو انہوں نے کہا ہے کہ متن کے اعتبار سے غریب ہو، سند کے اعتبار سے نہیں۔اس کو ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ فی الواقع اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

(ب) غریب کی اقسام کو ذکر کرنے میں انہوں نے کوتاہی کی ہے، جیسا کہ انہوں نے غرائب الشیوخ کا تذکرہ نہیں کیا۔ وہ سنداً غریب میں تو داخل ہے، متن کے لحاظ سے غریب میں داخل نہیں ہے۔

(ج) ابن سید الناس کی تقسیم میں اختصار نہیں، حالانکہ وہ غریب بعض السند اور غریب السند دون المتن کو ایک ہی قسم بنا سکتے تھے تو اس سے تقسیم ثلاثی ہوتی اور یہ تقسیم امام ترمذی کی تقسیم کے بھی عین موافق ہو جاتی۔

امام ترمذی نے غریب کی درج ذیل تقسیم کی ہے:

1 غریب السند والمتن

2 غریب بعض المتن

3 غریب السند دون المتن

(د) ابن سید الناس کا یہ کہنا کہ ''غریب بعض المتن امام ترمذی کی تحسین کو قبول نہیں کرتا'' خطا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں اگر اس کا کوئی شاہد موجود ہو تو وہ امام ترمذی کی تحسین کو قبول کر لیتی ہے۔

(ح) ابن سید الناس نے ''غرائب الشیوخ'' کے حوالے اپنی رائے نہیں دی، حالانکہ غریب الشیوخ امام ترمذی کی تحسین کو قبول کر سکتی ہے۔

حافظ ابن حجر کی تحقیق کا خلاصہ:

حافظ ابن حجر کی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1 امام ترمذی نے حسن کی خاص نوع کی تعریف کی ہے، جو ان کی کتاب میں موجود ہے، جس کے بارے میں امام ترمذی مجرد حسن کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، اس کے ساتھ کوئی اور وصف ذکر نہیں کرتے۔

2 امام ترمذی نے اس حسن کی کوئی تعریف ذکر نہیں کی، جس کے ساتھ وہ کوئی دوسرا وصف بھی ذکر کرتے ہیں، مثلا: حسن صحیح یا حسن غریب وغیرہ، انہوں نے اس حسن کی کوئی تعریف نہیں کی، جیسا کہ معروف ہونے کی وجہ سے مجرد صحیح اور مجرد غریب کی تعریف نہیں کی۔

3 بعد ازاں! حافظ نے اس کا سبب بتایا ہے کہ امام ترمذی نے مجرد حسن کی تعریف کیوں کی ہے، اس کے درج ذیل دو احتمال ذکر کیے ہیں:

(ا) اس اصطلاح میں غموض پایا جاتا ہے، امام ترمذی کی یہ اصطلاح بھی پہلے موجود تھی، لیکن علمائے کرام میں بہت زیادہ مشہور و معروف نہیں تھی۔

(ب) یہ بھی احتمال موجود ہے کہ یہ جدید اصطلاح ہے، پہلے اس کی تعریف موجود نہیں تھی۔

حافظ ابن حجر نے اس دوسرے احتمال کو راجح قرار دیا ہے اور اس کے لیے امام ترمذی کا قول ''عندنا'' بطور دلیل پیش کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذی نے اس تعریف کی نسبت اپنی طرف کی ہے، محدثین کی طرف اسے منسوب نہیں کیا۔ تاریخی حقائق اور علوم حدیث کی تدوین کے مراحل بھی اس پر شاہد ہیں کہ حسن روایت کی سب سے پہلے تعریف امام ترمذی نے کی ہے۔[11]

ابن حجر کی تحقیق سے ہمارے سامنے دو نتائج آتے ہیں:

1. امام ترمذی نے جس حسن کو مقید نہیں کیا، وہ ابن حجر کے نزدیک حسن لغیرہ ہے۔
2. جس حسن کو مقید کیا ہے، وہ حافظ کے نزدیک حسن لذاتہ ہے۔

حافظ سخاوی[12]، علامہ زکریا انصاری[13]، حافظ امیر صنعانی[14] اور ڈاکٹر نور الدین عتر[15] نے حافظ ابن حجر کی اس تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔

حافظ سخاوی کی خطا:

حافظ سخاوی نے یہ کہا ہے کہ ابن حجر نے بھی دراصل ابن سید الناس والا ہی جواب دیا ہے۔[16] یہ ان کی خطا ہے، کیونکہ دونوں کی آرا میں بہت زیادہ اختلاف ہے، کیونکہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ امام ترمذی جس حسن کے ساتھ غرابت کی صفت لگادیں تو اس سے ان کی مراد حسن لذاتہ ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن حجر کے نزدیک حسن عند الترمذی اور غریب کے مابین تعارض حقیقی ہے۔

اس کے مقابلے میں ابن سید الناس کا مؤقف ہے کہ جب حسن غرابت کے وصف کے ساتھ متصف ہو جائے تو اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت: جب وہ غریب السند دون المتن ہو تو وہ حسن عند الترمذی کے ساتھ متعارض نہیں ہے اور یہ صورت جامع ترمذی میں اکثر پائی جاتی ہے۔

دوسری حالت: جب روایت سند اور متن دونوں لحاظ سے غریب ہو تو وہ امام ترمذی نے حسن کی آخری شرط لگائی ہے، اس کے متعارض ہے۔ ابن سید الناس کے مطابق جب غریب کے رجال حسن لذاتہ کے درجہ تک پہنچ جائیں تو امام ترمذی اس وقت حسن کی آخری شرط کو نظر انداز کرتے ہوئے حسن قرار دیتے ہیں۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر نے تحقیق ابن سید الناس کے موافق نہیں، بلکہ یہ ان کی اپنی ذاتی تحقیق ہے۔

تنقیدی جائزہ

حافظ ابن حجر کی رائے کا تنقیدی جائزہ یہ ہے:

اول: حافظ ابن حجر نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے غریب کا کوئی معنیٰ ذکر نہیں کیا، جس کی وجہ سے انہیں خطا بھی لگی ہے، جیسا کہ ان کا خیال ہے کہ حسن اور غریب کے درمیان تعارض ہے اور اس تحقیق میں حافظ نے امام ترمذی کی طرف اس بات کی نسبت کر دی ہے کہ جس کا بوجھ امام صاحب نہیں اُٹھا سکتے، جیسا کہ حافظ نے کہا ہے کہ امام ترمذی نے جس حسن کو غرابت سے مقید کیا ہے، وہ امام ترمذی کے نزدیک حسن لذاتہ ہے اور جس کو مقید نہیں کیا، وہ حسن لغیرہ ہے اور یہ ان کے جواب کا بنیادی نکتہ ہے، چند وجوہ کی بنا پر حافظ کا یہ نکتہ نظر درست نہیں ہے:

(ا) امام ترمذی کا علل الصغیر والا کلام اس پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ امام ترمذی وہاں یہ کوئی صراحت نہیں کی کہ جب حسن کے ساتھ کوئی وصف یا قید لگ جائے گا تو اس کا معنی بدل جائے گا، اگر حقیقت حال ایسی ہوتی تو امام ترمذی پر اس کو واضح کرنا دو اسباب کے پیش نظر ضروری تھا:

پہلا سبب: کسی بھی اصطلاح کے ساتھ کسی وصف یا قید کے مل جانے سے معنی میں تبدیلی آنا قاعدہ عامہ کے خلاف ہے اور قاعدہ عامہ کے خلاف بات کی وضاحت و صراحت ضروری ہوتی ہے تو جب امام صاحب نے یہ صراحت نہیں کی تو لازمی طور پر یہ سمجھا جائے گا کہ امام ترمذی کی مراد قاعدہ عامہ کے مطابق ہی ہے۔

دوسرا سبب: امام ترمذی سے پہلے اور بعد والوں میں یہ کوئی نکتہ نظر موجود نہیں کہ کسی اصطلاح کے ساتھ قید لگ جائے تو اس کا معنی بدل جاتا ہے۔ اگر ان کی یہ اصطلاح کوئی جدید ہوتی تو ان کے لیے اس کو واضح کرنا ضروری تھا۔ حافظ ابن حجر نے جو امام ترمذی کی عبارت سے اشارہ لیا ہے، وہ درست نہیں، کیونکہ اس میں اس امر کی دلیل موجود نہیں۔

دوم: امام ترمذی کا انداز بھی حافظ ابن حجر کے اس مؤقف کی تائید نہیں کرتا، اس کی وجہ درج ذیل وجوہ ہیں:

(ا) جامع ترمذی میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں، جن کو امام ترمذی نے حسن غریب کہا ہے اور وہ مختلف طرق سے مروی ہے اور یہ حافظ ابن حجر کی تحقیق کے خلاف ہے، کیونکہ اس کا کہنا یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حسن غریب وہ ہے جو ایک ہی طریق سے مروی ہو۔ اس کی ایک مثال یہ ہے:

امام ترمذی ایک روایت بایں الفاظ نقل کرتے ہیں:

'' حدثنا أبو كريب قال: حدثنا يحيى بن زكريا بن أبي زائدة، عن إسرائيل، عن عيسى بن أبي عزة، عن الشعبي، عن أبي ثور الأزدي، عن أبي هريرة، قال: «أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أوتر قبل أن أنام» ''

اس کے بعد فرماتے ہیں:

'' «حديث أبي هريرة حديث حسن غريب من هذا الوجه» '' (17)

اس روایت کی سند کے دراسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ سے اس روایت کو ۲۳ لوگوں نے روایت کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ

حدیث ۲۳ طرق سے معروف ہے اور ابن حجر کی تحقیق کے برعکس بات ہے۔

(ب) جامع ترمذی میں ایسی بھی بہت سی احادیث موجود ہیں، جن کو امام ترمذی نے حسن غریب کہا ہے اور ان میں ایسا ضعف موجود ہے جس کی وجہ سے امام ترمذی خود اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ یہاں اس کو حسن کہنا لازمی طور پر حسن لغیرہ ہے، کیونکہ اگر وہ حسن لذاتہ سند ہوتی تو امام ترمذی کا اس پر کلام کرنا درست نہ ہوتا۔ اس کی مثال ایک یہ ہے:

امام ترمذی ایک روایت نقل کرتے ہیں:

''حدثنا قتيبة قال: حدثنا ابن لهيعة، عن يزيد بن عمرو، عن أبي عبد الرحمن الحبلي، عن المستورد بن شداد الفهري، قال: «رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا توضأ دلك أصابع رجليه بخنصره»'' اس کے بعد فرماتے ہیں: ''هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث ابن لهيعة ''[18]

ابن حجر کی تحقیق کے مطابق یہ روایت حسن لذاتہ ہونی چاہئے اور اس میں ضعف نہیں ہونا چاہئے تھا، لیکن اس روایت کی سند ابن لہیعہ راوی موجود ہے جو کہ معروف ضعیف اور مختلط راوی ہے، خود امام ترمذی نے بھی اس ضعیف قرار دیا ہے۔[19]

(ج): جامع ترمذی کا استقرائی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایسی روایات بھی موجود ہیں، جن کو امام ترمذی نے مجرد حسن کہا ہے اور وہ حسن لذاتہ اور صحیح کے درجہ کی ہیں، یہ بھی ابن حجر کے مؤقف کے خلاف ہے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ امام ترمذی جس روایت کو مجرد حسن کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک حسن لغیرہ ہوتی ہے۔ اس کی مثال حسب ذیل ہے:

امام ترمذی ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں:

''حدثنا محمد بن بشار، ومحمود بن غيلان، قالا: حدثنا أبو داود، عن شعبة، عن عاصم، قال: سمعت أبا حاجب يحدث، عن الحكم بن عمرو الغفاري: " أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن يتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة '' اس کے بعد فرماتے ہیں: '' هذا حديث حسن '' [20]

ابو حاجب کے علاوہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور وہ بھی صدوق درجہ کا راوی ہے۔ اس اعتبار سے یہ روایت حسن لذاتہ ہو گی۔

سوم: امام ترمذی نے جو حسن کی تعریف کی ہے، اس کے ساتھ بعض صورتوں میں غریب کا مل جانا ممکن ہے۔ نظری اور عملی دونوں اعتبار اس کا امکان موجود ہے، اسے بڑی دلیل اس بات پر سمجھا جاتا ہے کہ امام ترمذی نے جو حسن کی تعریف کی ہے، جب اس کے ساتھ وہ غرابت کو ملا دیں تو وہ حسن لذاتہ نہیں ہوتی، حالانکہ حافظ یہ رائے تب اختیار کرتے کہ جب کسی بھی صورت میں غریب کا حسن کے ساتھ مل جانا ممکن نہ ہوتا، حالانکہ ہر صورت میں غریب اور حسن کا یکجا ہو جانا ممکن ہے۔

ترجیحی نکتہ نظر:

امام ترمذی کی اصطلاح ''حسن غریب'' کے حوالے سے ہماری ترجیحی نکتہ نظر اور تحقیق کا ماحصل یہ ہے:

امام ترمذی کا حسن اور غریب کو ایک ہی حکم میں جمع کر دینا قابل اعتراض امر نہیں ہے، اس کے لیے ہم غریب کے معنی میں کچھ تفصیل کریں اور اقسام حسن کی بھی تحدید کریں تو یہ اشکال ختم ہو جاتا ہے، اس تفصیل میں جانے سے پہلے دو باتیں قابل غور ہیں:

(ا) امام ترمذی کے مطابق حسن کی تعریف میں جو تیسری شرط ہے، وہ ہر حسن میں لازمی نہیں، بلکہ جہاں اس کی ضرورت ہو گی، اس شرط کو مد نظر رکھا جائے گا، کیونکہ امام ترمذی نے جو حسن کی تعریف کی ہے، اس کے مطابق سند کے رجال ضعیف سے قوی سے ثقہ سے اقل بھی ہو سکتے ہیں، خلاصہ یہ ہوا کہ امام ترمذی کی تعریف حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کی ایک ساتھ شامل ہے۔

(ب) حسن کی تیسری شرط میں جس طرح متابعات داخل ہیں، اسی طرح شواہد کی اقسام بھی داخل ہیں۔

حسن اور غریب کے علاقہ سے متعلق ہم نے جو دو گزارشات کی ہیں، اس کے حوالے سے درج ذیل تفصیل ہے:

غریب کی اقسام:

غریب کی چار اقسام ہیں:

۱ **غریب السند والمتن:** اس سے مراد یہ ہے کہ ایک راوی متن کے ساتھ منفرد ہے اور یہ بھی اس سند کے علاوہ دوسری کسی سے بھی مروی نہیں ہے۔ بعدازاں! اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: باب کے اصل متن میں راوی منفرد ہو اور یہ متن صرف اسی ایک راوی سے مروی ہو، نیز اس کا معنی بھی کسی دوسری حدیث میں موجود نہ ہو۔ غریب کی یہ صورت اس حسن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جو شواہد کی بناپر حسن ہو۔ کیونکہ روایت کا سند اور متن دونوں اعتبار سے غریب ہونا اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ اس کا کوئی شاہد اور متابعت موجود نہ ہو۔ البتہ غریب کی یہ صورت حسن لذاتہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے، کیونکہ اس کو شواہد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جامع ترمذی میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

دوسری صورت: راوی ایک متن میں منفرد ہوں، روایت کے الفاظ تو صرف اسی ایک طریق سے معروف ہوں، لیکن اس کا معنی دوسرے طرق سے ثابت ہو، غریب کی یہ صورت اس حسن کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے جو شواہد کی بناپر حسن ہو۔ جامع ترمذی میں اس کی مثالیں بھی معروف ہیں۔

۲ **غریب السند دون المتن:** راوی اپنے شیخ سے متن کی روایت میں منفرد ہو، یہ متن انہی الفاظ کے ساتھ دوسرے کسی شیخ سے بھی معروف و منقول ہو، اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: راوی کا شیخ صحابی ہو۔ غریب کی یہ صورت شواہد کی بناپر حسن روایت سے جمع ہو سکتی ہے، کیونکہ یہاں پھر غرابت سند میں ہے اور متن حسن درجہ کا ہے۔

دوسری صورت: راوی کا شیخ صحابی سے نچلے درجے کا ہو۔ یہ وہ غریب ہے جسے ابن الصلاح نے غرائب الشیوخ کہا ہے۔ یہ صورت بھی شواہد اور متابعات کی بناپر حسن روایت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے، کیونکہ اس غرابت کی کم از کم ایک متابعت ہونا لازمی ہے۔

۳ **غریب بعض المتن:** راوی کسی حدیث میں کوئی ایسا اضافہ بیان کرے جو اس کے علاوہ دوسرے راویوں نے بیان نہ کیا ہو، غریب کی اس قسم کی زیادۃ الرواۃ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔اس کی دو حالتیں بھی ہیں:

پہلی حالت: زیادت ایسے راوی سے مروی ہو جس کی زیادت قابل قبول ہو۔امام ترمذی نے بھی ایسی زیادت کو شرط کے ساتھ قابل قبول کہا ہے، جیسا کہ انہوں نے ''العلل الصغیر'' میں کہا ہے:

'' وإنما تصح إذا كانت الزيادة ممن يعتمد على حفظه ''(21)

ترجمہ: زیادت اس راوی کی قابل قبول ہے جس کا حافظہ قابل اعتماد ہو

دوسری حالت: یہ زیادت ایسے راوی سے مروی ہو جس کا تفرد قابل قبول نہ ہو، لیکن ایسی غریب روایت کو حسن کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے، جب اس میں وہ تین شروط موجود ہوں جو امام ترمذی نے حسن روایت کے لیے بیان کی ہے۔اس لیے معلوم ہوا کہ غریب بعض المتن بھی شواہد اور متابعت کی بنا پر حسن کے ساتھ متعارض نہیں ہے۔

۴ **غریب بعض السند:** اس سے مراد وہ روایت ہے کہ جس کی سند میں زائد راوی تفرد بیان کرے، زیادات الرواۃ کے عموم میں بھی یہ قسم داخل ہو سکتی ہے۔غریب کی یہ صورت بھی حسن کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔

خلاصہ اور نتیجہ:

ثابت ہوا کہ حسن اور غریب کا ایک ساتھ جمع ممکن ہے اور اس میں کوئی اشکال اور اعتراض نہیں۔

ابن حجر اور ہماری تحقیق میں فرق:

دو وجوہ کی بنیاد پر ابن حجر اور ہماری تحقیق میں فرق ہے:

پہلی وجہ: امام ترمذی نے جو حسن کی تعریف کی ہے، حافظ ابن حجر نے اسے حسن لغیرہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور اس بات کی نفی کی ہے کہ امام ترمذی نے حسن لذاتہ کی تعریف نہیں کی اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ امام ترمذی کی تعریف دونوں قسموں کو شامل ہے۔

دوسری وجہ: امام ترمذی نے جب حسن کے ساتھ غریب کی قید لگائی ہے تو حافظ ابن حجر کے نزدیک وہ حسن لذاتہ سے تمیز کے لیے ایسا کرتے ہیں اور ہماری تحقیق یہ ہے کہ غرابت سے حسن کی دونوں قسمیں کے درمیان تمیز کرنا لازم نہیں آتا، بلکہ تمیز سند کے دراسہ سے ہوتی ہے۔

نتائج بحث:

1. امام ترمذی کے علاوہ بھی ائمہ حدیث نے ''حسن غریب'' اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔
2. اہل علم نے امام ترمذی کی اس اصطلاح کا زیادہ تر نظری انداز سے جائزہ لیا ہے اور استقرائی اسلوب سے پہلو تہی برتی ہے۔
3. ظاہری لحاظ سے دو باہم متناقض اصطلاحات کو ایک ساتھ جمع کرنے کے سبب اہل علم نے امام ترمذی پر اعتراض کیا ہے۔

4. علمائے کرام کے اشکالات کو اہل علم نے مختلف جوابات دے کر حل کرنے کی سعی فرمائی ہے، جن میں ابن سید الناس اور ابن حجر کی تحقیقات کافی قابل توجہ ہیں۔
5. علامہ ابن سید الناس نے امام ترمذی کی اصطلاح پر اٹھائے جانے والے اشکالات واعتراضات جواب دینے کے لیے غریب روایت کو پانچ قسموں میں منقسم کیا ہے۔
6. ابن حجر کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ امام ترمذی نے جس حسن کو مقید نہیں کیا، وہ حسن لغیرہ ہے اور جس حسن کو مقید کیا ہے، وہ حسن لذاتہ ہے۔ حافظ سخاوی، علامہ زکریا انصاری، حافظ امیر صنعانی اور ڈاکٹر نور الدین عتر نے حافظ ابن حجر کی اس تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔
7. جامع ترمذی کا استقرائی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایسی روایات بھی موجود ہیں، جن کو امام ترمذی نے مجرد حسن کہا ہے اور وہ حسن لذاتہ اور صحیح کے درجہ کی ہیں، یہ ابن حجر کے مؤقف کے خلاف ہے۔
8. ہماری تحقیق کے مطابق امام ترمذی کی اصطلاح ''حسن غریب'' میں کوئی اشکال نہیں اور اس کی صحیح مراد میں تفصیل ہے۔

حوالہ جات

(1) ابن دقیق، محمد بن علی، تقی الدین، امام۔ الاقتراح فی بیان الاصطلاح، ص: ۸۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ ط: اول

(2) ابن جماعہ، محمد بن ابراہیم، بدر الدین، ابو عبد اللہ، امام۔ المنہل الروی فی مختصر علوم النبوی، ص: ۳۶۔ دار الفکر، دمشق۔ ط: ثانیہ، ۱۴۰۶ھ

(3) ذہبی، شمس الدین، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد، امام۔ الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث، ص: ۲۷۔ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب۔ ط: ثانیہ، 1412ھ

(4) ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر، امام۔ اختصار علوم الحدیث مع شرحہ الباعث الحثیث، ص: ۳۸۔ ت: احمد محمد شاکر۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔ ط ثانیہ

(5) ابن ملقن، عمر بن علی، ابو حفص، سراج الدین، امام۔ المقنع فی علوم الحدیث: ۱/۸۴۔ دار فواز للنشر، سعودی عرب۔ ط: اولی، ۱۴۱۳ھ

(6) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، تقی الدین، ابو العباس، شیخ الاسلام۔ مجموع الفتاوی: ۱۸/۲۳۔۲۴۔ ت: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم۔ مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ، ط: ۱۹۹۵ء

(7) ابن رجب، عبد الرحمن بن احمد، زین الدین، حنبلی، امام۔ شرح علل الترمذی: ۲/۶۰۷۔ مکتبۃ المنار، زرقا، اردن۔ ط: اولی، ۱۹۸۷ء

(8) زرکشی، محمد بن عبد اللہ، بدر الدین، امام۔ النکت علی ابن الصلاح، ص: ۳۰۸۔۳۰۹۔ اضواء السلف، ریاض، سعودی عرب۔ ط: اولی، 1998ء

(9) طیبی، حسین بن عبد اللہ، شرف الدین، علامہ۔ الخلاصہ فی معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۵۷۔ المکتبۃ الاسلامیۃ للنشر والتوزیع۔ ط: اولی، ۲۰۰۹ء

(10) عراقی، عبد الرحیم بن حسین، زین الدین، امام۔ شرح الالفیۃ: ۱/۸۶۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔ ط: اولی، ۲۰۰۲ء

(11) ابن حجر، احمد بن علی، ابو الفضل، عسقلانی، امام۔ نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص: ۸۰۔۸۱۔ مطبعۃ سفیر، ریاض، سعودی عرب، تحقیق: عبد اللہ الرحیلی، ط: الاولی، ۱۴۲۲ء

(12) سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، ابو الخیر، شمس الدین، امام۔ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی: ۱/۶۷۔ مکتبۃ السنۃ، مصر۔ ط: اولی، ۲۰۰۳ء

(13) انصاری، زکریابن محمد، ابویحییٰ، علامہ۔ فتح الباقی بشرح ألفیۃ العراقی، ص:۱۱۱۔۱۱۴۔ مجلس التحقیق الاثری، جامعہ علوم اثریہ جہلم، پاکستان۔ ط:اولیٰ، ۱۴۱۳ھ

(14) صنعانی، محمد بن اسماعیل، امیر، عزالدین، امام۔ توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار: ۲۴۴/۱۔۲۴۶۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔ ط:اولیٰ، ۱۹۹۷ء

(15) عتر، نورالدین، ڈاکٹر۔ الامام الترمذی والموازنۃ بین جامعہ وبین الصحیحین، ص:۱۵۹۔ مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر۔ ط:اولیٰ، ۱۹۷۰ء

(16) سخاوی۔ فتح المغیث: ۷۶/۱

(17) ترمذی محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، امام۔ جامع ترمذی: ۳۱۷/۲، رقم الحدیث: ۴۵۵۔ ت: احمد محمد شاکر

(18) ترمذی۔ جامع ترمذی: ۵۷/۱، رقم الحدیث: ۴۰۔ مطبعۃ مصطفی البابی، مصر۔ ط: ثانیہ، 1975ء

(19) ترمذی۔ جامع ترمذی: ۱۵/۱

(20) ایضا: ۹۳/۱، رقم الحدیث: ۶۴

(21) ترمذی۔ العلل الصغیر، ص: ۷۵۹۔ ت: احمد محمد شاکر، داراحیاء التراث العربی، بیروت

References

1. Ibn Daqiq, Muhammad bin Ali, Taqi al-Din, Imam. The proposal in the statement of terminology, p. 8. Dar Al-Kutub Al-Ilmiyah, Beirut: First
2. Ibn Jamaa, Muhammad bin Ibrahim, Badr al-Din, Abu Abdullah, Imam. Al-Munhal Al-Rawi in Mukhtasar Al-Nabawi's Sciences, p. 36. Dar Al-Fikr, Damascus. Second Edition, 1406
3. Dhibi, Shams al-Din, Abu Abdullah, Muhammad bin Ahmed, Imam. Al-Mawqidah fi Ilm al-Hadith terminology, p. 27. Islamic Publications Library, Aleppo. Second Edition, 1412
4. Ibn Kathir, Abu Al-Fida, Ismail bin Omar, Imam. Brief Science of Hadith with its Explanation of Al-Ba'id Al-Hadith, p. 38 T: Ahmed Muhammad Shaker. Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, Beirut, Lebanon. T: Second
5. Ibn Mulqin, Omar bin Ali, Abu Hafs, Siraj al-Din, Imam. Al-Muqni fi Ulum Al-Hadith: 1/84. Fawaz Publishing House, Saudi Arabia: First, 1413.
6. Ibn Taymiyyah, Ahmed bin Abdul Halim, Taqi al-Din, Abu Abbas, Sheikh of Islam. Total Fatwas: 18/23424. T: Abdul Rahman bin Muhammad bin Qasim, King Fahd Complex, Medina Munawwarah, edition: 1995.
7. Ibn Rajab, Abd al-Rahman bin Ahmad, Zain al-Din, Hanbali, Imam. Explanation of the ills of Al-Tirmidhi: 2/607 Al-Manar Library, Zarqa, Jordan. First edition, 1987
8. Zarkashi, Muhammad bin Abdullah, Badr al-Din, Imam. Al-Nikat Ali Ibn al-Salah, p. 308. 309. Adwaa Al-Salaf, Riyadh, Saudi Arab. First edition, 1998
9. Taibi, Hussein bin Abdullah, Sharaf Al-Din, Alama. Al-Khalās fi Ma'rifīt Ulum al-Hadith, p. 57. Islamic Library for Publishing and Distribution. First edition, 2009
10. Iraqi, Abdul Rahim bin Hussein, Zain al-Din, Imam. Explanation of the Alfiyya: A/86. Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, Beirut, Lebanon. First edition, 2002
11. Ibn Hajar, Ahmed bin Ali, Abu Al-Fadl, Asqalani, Imam. An honest look at the clarification of the elite of thought, p. 80 81 Safir Press, Riyadh, Saudi Arabs, edited by: Abdullah Al-Ruhaili, first edition, 1422.
12. Sakhawi, Muhammad bin Abdul Rahman, Abu Al-Khair, Shams Al-Din, Imam. Fath al-Mughith with an explanation of the hadith by Al-Iraqi: 1/76 Sunnah Library, Egypt. First edition, 2003
13. Ansari, Zakaria bin Muhammad, Abu Yahya, Alama. Fath al-Baqi with an explanation of Alfiyyat al-Iraqi, p. 1111114. Archaeological Investigation Board, Jhilam University of Archaeological Sciences, Pakistan. First Edition, 1413
14. Sanaani, Muhammad bin Ismail, Amir, Izz al-Din, Imam. Clarifying the thoughts on the meanings

of refinement of gazes: 1/244246ـ Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, Beirut, Lebanon. First edition, 1997

15. Atar, Nour al-Din, Doctor. Imam Al-Tirmidhi and the balance between Jami'ah and the two Sahih books, p. 159. Printing Press of the Composition, Translation and Publishing Committee. Edition: First, 1970
16. Sakhawi. Fath al-Mughith: 1/76
17. Tirmidhi Muhammad bin Issa, Abu Issa, Imam. Jami' Tirmidhi: 2/317, Hadith No.: 455 T: Ahmed Muhammad Shaker
18. Tirmidhi. Jami' Tirmidhi: 1/57, Hadith No.: 40 Mustafa Al Babi Press, Egypt: Second Edition, 1975 A.
19. Tirmidhi. Jami' Tirmidhi: 1/15
20. Ibid: 1/93, Hadith No.: 64
21. Tirmidhi. Al-Illal Al-Saghir, p. 759. T: Ahmed Muhammad Shaker, Dar Revival of Arab Heritage, Beirut